Open Access
Al-Marjān Research Journal
ISSN(E): 3006-0370
ISSN(P): 3006-0362
al-marjan.com.pk

The Qur'anic Concept of Justice: An Analytical Study Based on Urdu Tafsīri Literature

عدل کا قرآنی تصور: اردو تفسیری ادب کی روشنی میں ایک تجزیاتی مطالعہ

Authors Details

1. **Abdul Aala**
   M. Phil (Islamic Studies), Lecturer, Department of Islamic Studies, Concordia College Elah Abad, Kasur, Pakistan.
2. **Dr. Ahsan Ul Haq *(Corresponding Author)***
   Assistant Professor (Visiting), Department of Islamic Studies, University of Okara, Okara, Pakistan. **ahsanulhaqest@gmail.com**

Citation

Aala, Abdul, and Dr Ahsan Ul Haq." The Qur'anic Concept of Justice: An Analytical Study Based on Urdu Tafsīri Literature."*Al-Marjān Research Journal* 3,no.2, April–June (2025): 394−313.

Submission Timeline

Received: Mar 01, 2025
Revised: Mar 14, 2025
Accepted: April 05, 2025
Published Online: April 24, 2025

Publication, Copyright & Licensing

Article QR

Al-Marjān Research Center, Lahore, Pakistan.
All Rights Reserved © 2023.
This article is open access and is distributed under the terms of Creative Commons Attribution 4.0 International License

The Qur'anic Concept of Justice: An Analytical Study Based on Urdu Tafsīri Literature

عدل کا قرآنی تصور: اردو تفسیری ادب کی روشنی میں ایک تجزیاتی مطالعہ

☆عبد الاعلیٰ ☆ڈاکٹر احسان الحق

Abstract

The concept of 'Adl (justice) in Islamic teachings goes beyond the simplistic notion of equality. Linguistically, it means giving each their due right without excess or deficiency. Technically, it refers to the complete and rightful fulfillment of duties towards Allah, oneself, and fellow human beings. The idea that "half and half" is justice is incorrect in Islamic understanding; true justice is based on rightful entitlement, as defined by divine law. Urdu commentators of the Qur'an have elaborated that justice encompasses all aspects of life spiritual, moral, legal, and economic. Following Shariah is itself an act of justice, and adhering to divine commands ensures fairness in both worship and transactions. Justice requires the rule of law, valid evidence, and competent individuals whose qualifications are measured against Qur'anic and Prophetic standards. This research reveals that the Qur'an strongly emphasizes the establishment of justice in both belief and action. Justice, when applied properly, leads to social harmony, individual accountability, and collective progress. Its benefits are evident in both this world and the Hereafter. Conversely, obstacles to justice include incompetence, false ideologies, favoritism, and personal bias. The study concludes that the Islamic system of life is inherently founded upon justice, which secures peace, prosperity, and moral order in society. Justice is not just a legal requirement but a holistic principle that governs all facets of human interaction and divine responsibility.

Keywords: Justice ('Adl), Qur'anic Exegesis, Social Justice, Equity, Competence in Justice, Urdu Tafsir, Barriers to Justice.

تعارف موضوع

عدل، اسلامی نظامِ حیات کا ایک بنیادی ستون اور قرآنِ مجید کا مرکزی موضوع ہے۔ قرآن کریم میں بارہا عدل کے قیام کا حکم دیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے خود کو "عادل" قرار دے کر انسانوں کو عدل و انصاف کی تعلیم دی ہے۔ اسلامی نقطہ نظر سے عدل کا مفہوم صرف مساوات یا برابری نہیں بلکہ ہر حق دار کو اس کا حق پوری دیانتداری سے فراہم کرنا ہے، خواہ وہ حق کسی فرد، معاشرے یا اللہ کے احکام سے متعلق ہو۔ اردو تفسیری ادب میں مفسرین کرام نے عدل کے وسیع مفہوم کو روحانی، اخلاقی، معاشرتی، سیاسی اور قانونی پہلوؤں سے تفصیل سے واضح کیا ہے۔ ان کے نزدیک شریعت کی پیروی کرنا بذات خود عدل ہے، اور عدل کی عدم موجودگی فساد، ظلم، استحصال اور معاشرتی بگاڑ کا باعث بنتی ہے۔ یہ تحقیقی مطالعہ اردو تفاسیر کی روشنی میں عدل کے قرآنی تصور کا تجزیہ کرتا ہے تاکہ یہ معلوم کیا جاسکے کہ اسلامی نظامِ زندگی میں عدل کا مقام کیا ہے، اس

☆ ایم فل (علوم اسلامیہ)، لیکچرر، شعبہ علوم اسلامیہ، کنکورڈیا کالج، الہ آباد، ضلع قصور، پاکستان۔
☆ اسسٹنٹ پروفیسر (وزٹینگ)، شعبہ علومِ اسلامیہ، یونیورسٹی آف اوکاڑہ، اوکاڑہ، پاکستان۔

کے تقاضے کیا ہیں، اور وہ کون سی رکاوٹیں ہیں جو عدل کے نفاذ میں حائل ہوتی ہیں۔ یہ مضمون اسلامی عدل کے اس ہمہ گیر تصور کو اجاگر کرتا ہے جو نہ صرف فرد کی اصلاح کا ذریعہ ہے بلکہ ایک مثالی معاشرے کے قیام کی ضمانت بھی فراہم کرتا ہے۔

مبحث اول: اسلامی علوم میں 'عدل' کا مفہوم: نحو، فقہ، حدیث، کلام اور قضاء کی اصطلاحات کی روشنی میں

1۔ عدل کا مفہوم:

"عدل" عربی زبان کا لفظ ہے اس کا مادہ ع۔ د۔ ل ہے۔ اس کا معنی انصاف، برابری، مساوات، ہم پلہ ہونا، سیدھا کرنا، برابر کرنا اور افراط و تفریط کے درمیان توازن قائم رکھنا کے ہیں۔ یعنی کسی چیز کو دو حصوں میں اس طرح برابر تقسیم کرنا کہ دونوں میں کوئی فرق نہ رہے۔ عربی لغت میں اشتقاقی مادے کے اعتبار سے یہ اصطلاح اسم ذات اور اسم صفت دونوں شکلوں میں استعمال ہوتی ہے۔ لیکن معنوی اعتبار سے یہ دونوں ایک دوسرے سے ہم آہنگ نہیں اسم ذات کے طور پر عدل کے معنی انصاف یا دادرسی کے ہیں۔ اور اسم صفت کے طور پر اس کے معنی مستقیم، منصفانہ اور متوازن کے آتے ہیں۔ لفظ عدل فتح اور کسرہ دونوں طرح آتا ہے۔ عدل بالفتح کے معنی برابری، فدیہ، مشابہت اور حق و انصاف کے ہیں۔ عدل بلکسرہ ہو تو اس کے معنی المثل کے ہیں۔ قرآن مجید میں ان کی مثالیں موجود ہیں جیسا کہ فرمایا:

أَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسَاكِينَ أَوْ عَدْلُ ذَٰلِكَ صِيَام [1]

کفارہ دے اور وہ (مسکینوں کو کھانا کھلانا) ہے (یا اس کے برابر روزے رکھے)

وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ [2]

نہ کسی کی سفارش قبول کی جائے گی اور نہ کسی سے کسی طرح کا بدلہ قبول کیا جائے گا۔

الَّذِي خَلَقَكَ فَسَوَّاكَ فَعَدَلَكَ [3]

جس نے تجھے پیدا کیا اور تیرے اعضاء کو ٹھیک کیا اور تیری قامت کو برابر برابر رکھا۔

اگر لفظ عدل، عَدَلَ یَعدِلُ سے آئے تو اس کے معنی برابر کے آتے ہیں، اگر عَدِلَ یَعدِلُ سے آئے تو اس کے معنی ظلم کرنا یا ناانصافی کرنے کے ہوتے ہیں قرآن مجید میں ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ [4]

ہر طرح کی تعریف اللہ تعالیٰ کو ہی سزاوار ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور اندھیرا اور روشنی بنائی پھر بھی کافر اپنے پرودگار سے ناانصافی کرتے ہیں یا دوسروں کو اللہ کے برابر کر دیتے ہیں۔

لفظ عدل کی لغوی طور پر مختلف صورتیں ہیں عدل ظاہری اور محسوسات کے لیے استعمال ہوتا ہے اور بسا اوقات بصیرت اور فہم کے لیے۔ امام راغب اصفہانی امام راغب اصفہانیؒ نے عدل کو حسی اور ظاہری معنوں میں تقسیم کیا ہے رقمطراز ہیں:

اَلعَدَلِۃ و المُعَادَلَۃ لفظ حقیقی معنی مساواۃ ویستعمل باعتبار المضایفۃ [5] اَلعَدَلِۃ اور المُعَادَلَۃ کے لفظ میں مساوات کے معنی پائے جاتے ہیں اور معنی اضافی کے اعتبار سے استعمال ہوتا ہے یعنی ایک دوسرے کے ہم وزن اور برابر ہونا۔ دوسری جگہ یوں وضاحت کرتے ہیں کہ: العدل هو المساوات فی المكافات ان خيراً شرًّا فشرٍ [6]

---

[1] Al-Mā'idah 5:95

[2] Al-Baqarah 2:48

[3] Al-Infiṭār, 82:7

[4] Al-An'ām, 6:1

[5] Al-Aṣfahānī, Ibn al-Qāsim al-Ḥusayn ibn Muḥammad al-maʿrūf bi'l-Rāghib, Muʿjam Mufradāt Alfāẓ al-Qurʾān (Karachi: Amīr Muḥammad Kutub Khāna, s.n.), 2:336

معلوم ہوا کہ عدل افراط و تفریط کو چھوڑ کر حق تک رسائی ہے۔

لفظ عدل کا فارسی لغت کے مطابق اس کا معنی انصاف اور گانٹھ کے ہیں[7]

اردو لغت کے مطابق عدل کے معنی برابری، مساوات، نظیر، مانند، انصاف، داد کے ہیں[8]

انگریزی میں justice اور عبرانی زبان میں "صداقاۃ اور مشپاط" ہے

اور عدل کے مترادف قسط بھی مستعمل ہے قسط اس حصے کو کہتے ہیں جو عدل پر مبنی ہو۔ اگر یہ ثلاثی مجرد سے ہو تو قسط کا معنی ہے ظلم و جور جیسے قرآن مجید میں ہے

وَأَمَّا الْقَاسِطُونَ فَكَانُوا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا [9]

اور اگر یہ ثلاثی مزید فیہ سے ہو تو اقساط کا معنیٰ کسی کو اس کا حق دینا۔ جس کا انجام انصاف پر ہی ہوتا ہے جیسے قرآن مجید میں ہے:

وَأَقْسِطُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ [10]

اس سے معلوم ہوا کہ عدل و قسط دونوں مترادف المعنیٰ ہیں۔ دونوں کا ترجمہ انصاف سے کیا جا سکتا ہے۔ ان کی حقیقت قرآنی آیات سے ثابت ہے قرآن پاک میں ہے:

وَإِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ[11]

اور اگر فیصلہ کرو تو پھر ٹھیک انصاف کے ساتھ کرو کہ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

ڈاکٹر محمود احمد غازی محاضرات شریعت میں عدل، قسط کے بارے میں تفصیل بیان کرتے ہیں جس کو مختصراً یوں بیان کیا جا سکتا ہے۔

"عدالت اور حکومت کے انصاف کو عدل کہتے ہیں اور فرد کے انصاف کی ذمہ داری کو قسط کہتے ہیں۔"[12]

عدل کے معنی صداقت کو اپناتے ہوئے مناسب انداز سے حق گوئی، دیانت داری، مساوات کے ساتھ حقوق کی حق دار تک مکمل ادائیگی عدل کہلاتی ہے۔

اصطلاح میں عدل کہتے ہیں: العدل ان یعطی ما علیه و یاخذ ماله : عدل یہ ہے کہ دوسرے کا حق پورا ادا کرنا اور اپنا حق پورا پورا لے لینا۔ لیکن اصطلاحی اعتبار سے عدل کا مفہوم مختلف مناسبتوں سے مختلف ہوتا ہے۔ اصطلاحی اعتبار سے علم النحو، علم کلام، علم الفقہ، علم الحدیث اور قضاء میں عدل کا لفظ مختلف معانی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

2۔ علم النحو

علم نحو میں کسی قائدے اور قانون کے بغیر کسی لفظ کا ایک حالت سے دوسری حالت میں تبدیل ہو جانا۔ معجم التعریفات میں اس کی تعریف یوں کی گئی ہے۔

"خَرُوج الاسم عن صیغة الاصلیة الیٰ صیغة اخری" [13]

---

[6] Al-Aṣfahānī, Ibn al-Qāsim al-Ḥusayn ibn Muḥammad al-maʿrūf bi'l-Rāghib, Mufradāt fī Gharīb al-Qurʾān (Dimashq: Dār al-Qalam, 1996), p. 22

[7] Muḥammad ʿAbd al-Laṭīf, Dr., *Farhang-e-Fārsī* (Lāhaur: Kitābistān Publishing Company, Urdu Bāzār), p. 656

[8] Fīrūz al-Dīn, Mawlānā al-Ḥāj, *Fīrūz al-Lughāt* (Lāhaur: Fīrūz Sons), 2:114

[9] Al-Jinn, 72:15

[10] Surah Al-Ḥujurāt, 49:18

[11] al-Māʾidah, 5:42

[12] Ghāzī, Maḥmūd Aḥmad, Dr., *Muḥāḍarāt-e-Sharīʿat*, Al-Faiṣal Nāshirān, Lāhaur, 2009, p. 148

[13] Al-Jurjānī, ʿAlī ibn Muḥammad, al-Sayyid al-Sharīf ʿAllāmah, *Muʿjam al-Taʿrīfāt* (Dār al-Faḍīlah, s.n.), p.

اسم کا ایک صیغہ سے دوسرے صیغہ کی طرف چلے جانا ہے۔

3۔ علم الکلام

اس علم میں عقائد کے متعلق بحث کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں یقین کامل رکھنا ایمان ہے، عدل اللہ تعالیٰ کی اسماء وصفات میں سے ایک اہم اور نمایاں صفت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ننانوے ناموں میں سے ایک نام " العادل " ہے ۔ علم کلام میں عدل سے مراد یہ ہے کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ عادل ہے ظالم نہیں ہے۔ وہ فعل قبیح کو انجام نہیں دیتا مثلاً ظلم کرنا اور واجب کو ترک نہیں کرتا ہے جیسے ارسال۔

4۔ علم فقہ

اس علم میں عادل وہ شخص ہوتا ہے جس نے اپنے آپ کو شریعت پر عمل کرنے کے لیے وقف کر لیا ہو، کبائر سے اجتناب کرنے والا ہو، صغائر پر اصرار کرنے والا نہ ہو، عاقل ہو، بالغ ہو۔ شیعہ عالم دین شیخ طوسی نے شرعی اعتبار سے اس کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ

"عادل اس شخص کو کہا جاتا ہے جو دین، احکام اور مروت میں عادل ہو۔"[14]

مجلۃ الاحکام عدلیہ کی ایک شق کے تحت عدل وہ ہے جس میں خیر کے رجحانات شر کے رجحانات پر غالب ہوں۔

والعدل فی اصطلاحالفقہاء من تکون حسناتہ غالبۃ علی سیئاتہ [15]

فقہاء کی اصطلاح میں عدل سے مراد یہ کہ کسی شخص کی اچھائیاں اس کی برائیوں سے زیادہ غالب ہوں۔

5۔ علم الحدیث

حدیث کے راوی کی روایت کرنے کی شروط میں سے ایک شرط راوی کے عادل ہونے کی ہے۔ عدل سے مراد راوی کا دینی معاملات میں پختہ ہونا ہے۔ غیر شرعی وغیر اخلاقی معاملات سے پرہیز کرنا ہے۔ مزید اس میں تقویٰ اور مروت بھی ہو ایسے راوی کو عادل کہتے ہیں۔ خطیب بغدادی نے عدل کی تعریف مندرجہ ذیل الفاظ میں کی ہے

"عادل" وہ شخص ہے جو فرائض و اوامر کی تعمیل کرتا ہو، منکرات و فواحش سے گریزاں رہتا ہو، افعال و معاملات میں حق کا طالب ہو اور غیر شرعی وغیر اخلاقی امور سے بچنے والا ہو۔ جس آدمی میں یہ اوصاف پائے جاتے ہوں وہ دین میں عادل اور روایت حدیث میں صادق کہلانے کا مستحق ہے۔"

6۔ علم التفسیر:

مفسرین کے ہاں عدل کی تعریفات اپنے اپنے مقام پر اپنے سیاق کے مطابق مختلف نوعیت کی حامل ہے اس کے متعلق الگ مبحث پیش کی جاتی ہے۔ معاملات دنیا ہو یا احکامات دینی، تجارت ہو یا مشاجرات ہر صورت میں افراط و تفریط کو چھوڑ کر حق کی تکمیل عدل کہلاتی ہے سید شریف التعریفات میں اس بات کو لائے ہیں کہ

العدل هو امر المتوسط بين طرفي الافراط والتفريط[16]

عدل افراط و تفریط کے درمیان ایک نقطہ مساوات ہے جو اطراف کو برابر رکھتا ہے اور حق پر آ کر رک جاتا ہے۔

الغرض عدل ایک جامع اصطلاح ہے تاہم اگر لفظ عدل کے مختلف پہلوؤں، معانی و مفاہیم کو سامنے رکھیں تو اس کا اطلاق ہر انسان کی زندگی کے ہر شعبہ بلکہ ہر قدم پر ہوتا ہے۔ اس میں انسان کی اپنی ذات، خالق کی ذات اور دیگر مخلوقات کے ساتھ توازن، حق و صداقت اور اعتدال کے ساتھ

124

14 Shaykh Ṭūsī, *al-Mabsūṭ* (Tehrān: al-Maktabah al-Murtaḍawiyyah, 1387 AH), 8:217

15 Alī Ḥaydar, *Dār al-Aḥkām: Sharḥ Majallat al-Aḥkām*, under the article: ʿAdl (Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 1991), 15:305

16 Al-Sayyid al-Sharīf ʿAlī ibn Muḥammad, *al-Taʿrīfāt*, Kitāb al-ʿAyn, Faṣl al-Dāl (Beirut: ʿĀlam al-Kitāb, 1994), p. 192

کماحقہ حقوق فرائض کی ادائیگی عدل کہلاتا ہے۔ جہاں پر انسان اپنے فرائض ادا کر رہا ہو اور حقوق العباد اور حقوق اللہ پر مکمل طور پر کاربند ہو، کسی کے ساتھ کوئی امتیازی سلوک اور ظلم وزیادتی نہ ہو، حکومت اور حکمران بھی اپنے تمام تر فرائض اللہ تعالیٰ کے نائب کی حیثیت سے سرانجام دے رہے ہوں، تو کہا جا سکتا ہے کہ معاشرے میں عدل وانصاف ہے گویا معاشرے میں عدل کی وسیع تر مفہوم کی عملی تطبیق کا نام عدل وانصاف ہے۔ ہر ذی حق کو حق ملنا عدل ہے۔۔ خالق اور مخلوق کے ساتھ حقوق کی کماحقہ ادائیگی کا نام عدل ہے۔

مبحث دوم: اردو تفسیری ادب میں عدل کا مفہوم اور اس کے اطلاقات

1۔ اردو تفسیری ادب میں عدل کا مفہوم:

قرآن مجید جو کہ عالمگیر اور جامع کتاب ہے اس میں انسانی زندگی کے ہر پہلو پر رہنمائی ملتی ہے، عقائد ہو یا احکام، عبادات ہو یا معاملات، ان میں سے جس مقام پر لفظ عدل استعمال ہوا ہے۔ ہر جگہ اپنے سیاق کے مطابق ان تمام مفاہیم میں سے کسی نہ کسی پہ منطبق ہوتا ہے۔ حضرت علیؑ عدل کی تعریف میں فرماتے ہیں

وَالعَدلُ سائِس عَام۔۔۔۔۔۔۔ اور عدل سب کی نگہداشت کرنے والا ہے۔
جس کے تحت ہر طبقہ اور ہر مذہب کے لوگوں کو تمام انسانی حقوق میسر آتے ہیں۔"[17]

سیاست شرعیہ کی عمارت دوستونوں پر قائم ہے، ایک مناسب عہدے اہل لوگوں کو دینا اور دوسرا یہ ہے کہ عدل وانصاف کے ساتھ فیصلہ کرنا۔ ولی کی ولایت خواہ یہ ولایت کبریٰ (خلافت و امارات صدارت و وزارت) یا ولایت قضاء یا خلیفہ کی نیابت یا قاضی کی نیابت یا امام و پیشوا ہو کسی حکومتی و پرائیوٹ ادارے کا سربراہ ہی کیوں نہ ہو۔ یہ بحیثیت امانت اس کی سپردگی اور بجاآوری بھی عدل کا مفہوم رکھتی ہے اللہ تعالیٰ نے اس بات کی وضاحت فرماتے ہیں

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ إِنَّ اللَّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا[18]

بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم اپنی امانتیں ان کے حق داروں کو ادا کرو اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف سے فیصلہ کرو یقیناً اللہ تمہیں یہ بہت ہی اچھی نصیحت کرتا ہے بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ **إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ** بیشک اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے۔ **أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا** کہ امانتیں اس شخص کے سپرد کرو، جو اس کا اہل ہے۔ یہ عمومی حکم ہے اور اس میں کسی فرد یا جماعت کو خصوصیت حاصل نہیں، یہ احکامات قاضی، حاکم، امیر، والی جن کے سپرد لوگوں کے ہر طرح کے جھگڑوں کا فیصلہ کرنا ہے یعنی افراد اور حکومت ان سب کے لیے واجب التعمیل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے امامت ومنصب کو امانت قرار دیا ہے اور اسی امانت کی کماحقہ ادائیگی عدل کہلائی۔

مزید یہ کہ آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے وہ نصیحت فرمائی ہے جس پر عمل کرنے سے آدمی کی نجات ہو سکتی ہے اس لیے فرمایا "اللہ نصیحت کرتا ہے تم کو۔ پیر کرم شاہ الازہری نے اس آیت سے عام حکم مراد لیا ہے۔

"عام لوگوں کے علاوہ اس حکم کے خصوصی مخاطب امراء اور حکام ہیں"[19]

اللہ تعالیٰ نے حاکمین جن کو امانت سونپی گئی عموماً یوں حکم دیا **إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ** بے شک اللہ تعالیٰ عدل کا حکم دیتا ہے۔

---

17 Najafī, Muḥsin ʿAlī, *al-Kawthar fī Tafsīr al-Qurʾān* (Lāhaur: Miṣbāḥ al-Qurʾān Trust, 2016), 3:279

18 al-Nisā, 4:58

19 al-Azharī, Pīr Muḥammad Karam Shāh, *Tafsīr Ḍiyāʾ al-Qurʾān* (Lāhaur: Ḍiyāʾ al-Qurʾān Publishers, 1995), 1:356

مولانا امین احسن اصلاحی عدل کی تعریف یوں کرتے ہیں:

"عدل یہ ہے کہ جس کا جو حق واجب ہم پر عاید ہوتا ہے ہم بے کم و کاست اس کو ادا کریں، خواہ صاحب حق کمزور ہو یا طاقت ور اور خواہ وہ ہم کو مبغوض ہو یا محبوب "[20]

مولانا ثناءاللہ امرتسری عدل کہ تعریف اسی معنی میں کرتے ہیں کہ

وضع الشئ فی محلہ یعنی ہر ایک شئے کو اصل ٹھکانے پر رکھنے کانام عدل ہے۔جو کچھ کسی کے حق حقوق ہیں ان کو پورا پورا ادا کرنا عدل ہے۔[21]

مولانا صادق خلیل تفسیر اصدق البیان میں لکھتے ہیں اَلعَدلُ لغت میں ہر چیز میں برابری کا نام ہے کمی زیادتی نہ ہو یہاں پر مقصود نیکی اور برائی کے بدلے کانام عدل ہے۔[22]

اِنَّ اللّٰہَ یَأمُرُبِالْعَدْلِ کے تحت مولانا عبدالسلام بن محمد حفظہ اللہ رقمطراز ہیں"عدل کا معنی اپنے عقیدے اور عمل میں زیادتی یا کمی سے بچ کر اعتدال اور درمیانہ راستہ اختیار کرنا ہے۔انصاف بھی یہی ہے اور قسط بھی ۔"[23]

امین احسن اصلاحیؒ کی تعریف میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ صاحب حق کو حق دلوایا جائے جس کی ذمہ داری ایک مضبوط شخص کی ہے۔مضبوط اس لیے نکالا کہ ان کے الفاظ چاہے وہ کمزور ہو یا طاقت ور اب طاقت ور کے مدمقابل اسی سے بڑھ کر ہی آ سکتا ہے اسی مضبوطی کو قرآن مجید نے اولی الامر سے تعبیر کیا ہے،امرتسریؒ کی تعریف کی دلیل یہ کہ قرآن مجید میں ہے کہ امانتوں کو ان کے اہل کو سپرد کردو۔نیکی اور برائی کے بدلے کا تصور ہمیں عقیدہ آخرت سے ملتا ہے کہ قیامت کے روز اعمال کا بدلہ ہوگا۔جیسے فرمایا مالک یوم الدین اسی طرح بماکسبت ایدالناس اور اعمال میں افراط وتفریط رہبانیت کی طرف لے جاتی ہے اسی لیے عقیدہ وعمل کا لفظ بولا۔

کسی بھی معاملے میں عدل کے معنی برابری مساوات،نظیر اور مثل کے ہیں کسی پر کمی یا زیادتی نہ ہو بلکہ اعتدال ہو۔مال میں عدل اس چیز کو کہتے ہیں جس کا معاوضہ،یا بدل کی صورت میں باہمی تبادلہ ہو جیسے خرید وفروخت میں اشیاء کرنسی کا تبادلہ یا جان وغیرہ کے عوض میں دیا گیا خون بہا اور فدیہ۔فدیہ کو اس لیے عدل کہتے ہیں کہ مال جرم کے برابر قرار دیا جاتا ہے۔اسی طرح انسان کے اعضاء میں ظاہراً تنوع ہے لیکن ان میں فطرتی اعتدال پایا جاتا ہے "اعتدل" کے معنی یہ ہیں کہ ظاہر میں اشیاء اگر مختلف ہوں لیکن مناسب مقام پر ہوں تو یہی عدل وانصاف ہے۔حکم یا فیصلہ میں انصاف کو عدل اس لیے کہتے ہیں کہ کی اس میں ظالم مظلوم کو برابر کر دیا جاتا ہے۔یعنی صاحب حق کو اس کا حق بے کم وکاست اس کو ادا کر دیا جاتا ہے،خواہ کمزور ہو یا طاقت ور۔

جب اصطلاح کو استعمال کیا جاتا ہے تو ضروری ہے کہ عدل کے لیے انصاف کی وہی اصطلاح استعمال کی جائے جو شریعت کے اصولوں پر پوری اترتی ہو۔انصاف کا معنیٰ ہے کہ کسی چیز کو دو برابر حصوں میں تقسیم کرنا۔گویا کہ کسی چیز کو نصف نصف کر دینے کا نام انصاف ہوا۔یہ بات گزشتہ عدل کی کی گئی تعریف پر پورا نہیں اترتی ضروری نہیں کہ کسی چیز کو نصف نصف کر دیا جائے بلکہ حق کو حق دار تک پہنچایا جائے۔اسی لیے عدل کا معنی انصاف،تناسب،صداقت،شفافیت،توازن،میانہ روی،ایمانداری ،یا دیانتداری سے ظلم کا خاتمہ اور حقوق کی کماحقہ ادائیگی ہے۔

مندرجہ بالا بحث کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے کہ عدل کے تین پہلو ہیں اول حقوق اللہ،دوم حقوق النفس،سوم حقوق العباد۔

---

20 Iṣlāḥī, Amīn Aḥsan, *Tafsīr Tadabbur-e-Qurʾān* (Lāhaur: Fārān Foundation, 2009), 4:439

21 Amritsarī, Thanāʾullāh, *Tafsīr Thanāʾī* (Lāhaur: Maktabah Qudūsiyyah, Urdu Bāzār, 2002), 2:169

22 Khalīl, Muḥammad Ṣādiq Maulānā, *Tafsīr Aṣdaq al-Bayān* (Faisalābād: Ṣādiq Khalīl Islamic Library, n.d.), 4:324

23 Muḥammad, Maulānā, *Tafsīr al-Qurʾān al-Karīm* (Lāhaur: Nāshir Dār al-Andalus, n.d.), 2:416

حقوق اللہ میں عدل کو اس طرح بیان کیا جاسکتا ہے کہ انسان اپنے نفس اور اپنے رب کے درمیان عدل کرے یعنی حقوق اللہ کو اپنی ذاتی خواہشات پر مقدم رکھے اور ہر صورت میں خالق کے حکم کی بجاآوری اور ترجیح عدل ہے۔

حقوق النفس میں عدل یہ ہے کہ انسان اپنی ذات کے ساتھ عدل کرے یعنی اپنے نفس کو ایسی باتوں اور چیزوں سے بچائے رکھے جن سے جسمانی و روحانی ہلاکت واذیت کا خطرہ ہو۔

حقوق العباد میں عدل یہ ہے کہ کہ انسان اپنی ذات اور مخلوق خدا کے درمیان عدل کرے یعنی تمام مخلوقات سے ہمدردی و خیر خواہی کے جذبات کے ساتھ اپنے فرائض ادا کرے اور تمام مخلوقات کے کماحقہ حقوق ادا کرے۔

2۔معیار عدل:

یعنی کس چیز کا نام عدل ہے؟، کس چیز کے بارے میں کہیں گے کہ یہ عدل ہے؟ اگر ایک انسان از خود یہ سمجھے کہ اگر کسی نے میری چیز چوری کی ہے تو عدل یہ ہے کہ میں بھی اس کی چیز چوری کروں تو کیا یہ عدل ہے؟ علیٰ ھذا القیاس تو اس حوالے سے شریعت نے وضاحت کر دی کہ عدل کیا ہے اور اس کا معیار اللہ تعالیٰ کے پاس ہے مولانا مودودیؒ لکھتے ہیں:

> "اسلام دین حق ہے جو خالق کائنات نے انسانوں کی ہدایت کے لیے نازل فرمایا ہے اور ان کے درمیان عدل قائم کرنا اور یہ طے کرنا کہ ان کے لیے کیا چیز عدل ہے۔ اور کیا عدل نہیں ہے خالق کائنات کا ہی کام ہے لہذا کوئی اور نہ اس کا مجاز ہے کہ عدل و ظلم کا معیار تجویز کرے اور نہ ہی کسی میں یہ اہلیت پائی جاتی ہے کہ حقیقی عدل قائم کر۔"[24]

3۔استنباط عدل:

عدل کی اصطلاح کو اردو ادب کے مفسرین نے لفظ "عدل" کو جن جن اصطلاح اور جن جن معانی و مفاہیم میں بیان کیا ہے اس کا تذکرہ کرتے ہوئے آیات عدل کے حوالے سے کن کن مقامات اور کن کن اشیاء میں عدل کرنے کا حکم مستنبط ہوتا ہے اس کا ذکر کیا جاتا ہے۔

* عدل کو تسلیم کرنے کا حکم
* نبی ﷺ کی بعثت کا مقصد
* معاملات کی کتابت میں عدل
* عائلی زندگی میں عدل
* عدالتی فیصلے ایک امانت
* حکام سے عدل
* فریقین کے درمیان صلح میں عدل

فرمان رب العلمین ہے:

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ[25]

بے شک اللہ تعالیٰ عدل کا حکم دیتا ہے

وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمُ[26]

مجھے تمھارے درمیان عدل کرنے کا حکم دیا گیا ہے ۔

---

[24] Maudūdī, Sayyid Abū al-Aʿlā, *Islāmī Riyāsat* (Lāhaur: Islāmī Publishers, 1995), p. 606
[25] al-Naḥl, 16:90
[26] al-Shūrā, 42:15

؛ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ إِنَّ اللَّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا[27]

بے شک اللہ تمھیں حکم دیتا ہے کہ تم اپنی امانتیں ان کے حق داروں کو ادا کرو اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف سے فیصلہ کرو یقیناً اللہ تمہیں یہ بہت ہی اچھی نصیحت کرتا ہے بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے۔

؛ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَى أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى[28]

اور لوگوں کی دشمنی تم کو اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ انصاف چھوڑ دو۔ انصاف کیا کرو کہ یہی پرہیز گاری کی بات ہے۔

4۔ عدل کو تسلیم کرنے کا حکم:

ریاست مدینہ میں یہود اور مسلمان دو جماعتیں تھیں۔ مدینہ کے ابتدائی زمانہ میں اختلافی معاملات میں فیصلہ لینے کے بیک وقت دو عدالتیں پائی جاتی تھیں۔ ایک یہودی سرداروں کی جو پہلے سے چلی آ رہی تھی ۔ یہود اپنی ذاتی معاملات کے فیصلے اپنی پنچایت میں کرتے ، جبکہ دوسری رسول اللہ ﷺ کی جو ہجرت کے بعد قائم ہوئی۔ مسلمان نبی کریم ﷺ سے اپنے فیصلے کرواتے۔ یہود اپنے فیصلوں میں من مانی کرتے اور ذاتیات کو ترجیح دیتے تھے۔ آپ ﷺ عدل و انصاف کے پیکر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے عمومی حکم دیا کہ وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ[29] جب بھی فیصلہ کرو عدل کے ساتھ کرو مسلمانوں میں جو لوگ اپنے مفاد کی قربانی کی قیمت پر دیندار بننے کے لیے تیار نہ تھے وہ ایسا کرتے کے جب ان کہ اندیشہ ہوتا کہ ان کا مقدمہ کمزور ہے اور وہ رسول خدا کی عدالت سے اپنے موافق فیصلہ نہ لے سکیں گے تو وہ کعب بن اشرف یہودی کی عدالت میں چلے جاتے ۔ یہ بات سراسر ایمان کے خلاف ہے ۔ آدمی اگر اللہ کے فیصلہ پر راضی نہ ہو بلکہ اپنی پسند کا فیصلہ لینا چاہیے تو اس کے ایمان کا دعوی جھوٹا ہے، خواہ وہ اپنے رویہ کو حق بجانب ثابت کرنے کے لیے کتنے ہی خوبصورت الفاظ اپنے پاس رکھتا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَلاَ وَرَبِّكَ لاَ يُؤْمِنُونَ حَتَّىَ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لاَ يَجِدُواْ فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُواْ تَسْلِيمًا[30] (اے پیغمبر!) تمہارے پروردگار کی قسم! یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک یہ اپنے باہمی جھگڑوں میں تمہیں فیصل نہ بنائیں، پھر تم جو کچھ فیصلہ کرو اس کے بارے میں اپنے دلوں میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں، اور اس کے آگے مکمل طور پر سر تسلیم خم کر دیں۔

5۔ نبی ﷺ کی بعثت کا مقصد:

یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ قرآن مجید کا نزول اور نبی ﷺ کی بعثت رحمت و خوشخبری ہے۔ زندگی کے ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو عدل و انصاف کا حکم دیا ہے۔ اپنا ہو یا بیگانہ خدا کی نسبت کوئی خیال یا عقیدہ ہو یا مخلوق کے ساتھ کاروبار غرض ہر ایک امر میں عدل کرنے کا حکم ہے یہ آپ ﷺ کی نبوت کا مقصد ہے کی دنیا میں امن و امان ہو اور ناانصافی جو بدامنی کا موجب ہے ختم ہو جائے۔ چنانچہ ارشاد ہوا:۔۔۔۔۔وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمُ[31] "مجھے تمھارے درمیان عدل کرنے کا حکم دیا گیا ہے"

اس آیت کی تفسیر میں مولانا امین احسن اصلاحی یوں لکھتے ہیں۔

---

27 al-Nisā, 4:58
28 al-Mā᾽idah, 5:8
29 al-Nisā, 4:58
30 al-Nisā, 4:65
31 al-Shūrā, 42:15

"یعنی میں تمھاری بدعات وخواہشات کی پیروی کرنے نہیں بلکہ تمھارے درمیان انصاف کرنے آیا ہو تم نے اللہ کے دین میں جھگڑے پیدا کر دیے ہیں مجھے یہ حکم ہوا ہے کہ میں اس جھگڑے کا فیصلہ کر کے بتاؤں کہ اس میں کیا حق ہے اور کیا باطل؟"[32]

واضح ہوا کہ دین کے معاملے میں اختلافات و مشاجرات سے نکلنے اور اتفاق واتحاد کی راہ اپنانے کے لیے اسوہ حسنہ کی پیروی کی جائے فرمان باری تعالیٰ ہے: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ[33] تمہارے لیے اللہ کے رسول ﷺ (کی ذات) میں بہترین نمونہ ہے۔ آپ ﷺ کی ذات اسوہ حسنہ ہے تو ہمیں بھی حکم ہے کہ ہم آپ کی پیروی کرتے ہوئے احکامات دینیہ و دنیاوی میں عدل یعنی حق کو حق اور باطل کو باطل سمجھیں۔ میاں محمد جمیل حفظہ اللہ نبی ﷺ کی بعثت کا مقصد انصاف کرنا اور اختلاف کو ختم کرنا بیان کیا ہے کہ

" وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمُ کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے دین کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے کہ میں تمھارے درمیان تمھارے دینی اور دنیاوی اختلافات میں عدل کے ساتھ فیصلہ کروں۔"[34]

6۔ معاملات کی کتابت میں عدل:

انسانی زندگی میں اہم معاملہ معیشت ہے، معیشت کاروباری لین دین، بیع اور مشتری کے معاملے کو کہا جاتا ہے۔ جب بھی کاروبار کیا جاتا ہے اس میں قرض کا معاملہ بھی ہوتا ہے اشیاء کی خرید و فروخت، جائیداد کی منتقلی، وراثت کی تقسیم، ان جملہ تمام معاملات جن میں رقوم یا اس کے عوض کا تعلق تحریر سے ہو ان میں کتابت کرتے وقت عدل کو تھاما جائے۔ حکم ہوا کہ کتابت کے دورانیہ میں طرفین کے حقوق کا لحاظ رکھا جائے، ارشاد ہوا

يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى فَاكْتُبُوهُ وَلْيَكْتُبْ بَيْنَكُمْ كَاتِبٌ بِالْعَدْلِ[35]

مومنو! جب تم آپس میں کسی میعاد معین کے لئے قرض کا معاملہ کرنے لگو تو اس کو لکھ لیا کرو اور لکھنے والا تم میں (کسی کا نقصان نہ کرے بلکہ) انصاف سے لکھے۔

تفسیر مظہری میں ثناء اللہ مجددی پانی پتی رحؒ اس آیت کے تحت معاملات کو لکھنے اور لکھوانے میں عدل کو واجب قرار دیا ہے۔

"یعنی لکھنے والا انصاف کے ساتھ طرفین کے حقوق کا لحاظ رکھ کر تحریر لکھے کمی بیشی نہ کرے کاتب کو عدل کے ساتھ لکھنے کا حکم وجوبی ہے"[36]

قرض کے معاملے میں اصولی باتوں کا ذکر کرتے ہوئے ان کی حکمت بیان کرتے ہوئے حافظ عبد السلام بن محمد لکھتے ہیں:

"ایک اسے لکھ لینا، دوسری مدت مقرر کر لینا، تیسری گواہ بنالینا۔ عموماً لوگ ادھار یا قرض کے معاملے میں تحریر کو معیوب اور باہمی بے اعتمادی کی علامت سمجھتے ہیں، آیت کے آخر میں اس کی حکمت بیان فرمادی گئی کہ اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف والی، گواہی کو زیادہ درست رکھنے والی اور ہر قسم کے شک وشبہ سے بچانے والی چیز ہے۔ اس بنا پر ایسے معاملات میں اس قسم کی احتیاط مناسب ہے، تاکہ آئندہ جھگڑا پیدا نہ ہو سکے۔"[37]

کاروباری زندگی میں کتابت ایک لازمی جزو ہے، مالی معاملات خواہ انفرادی ہوں یا خاندانی، اجتماعی و قومی ہوں یا بین الاقوامی سطح پر اللہ تعالیٰ اس کے پیارے رسول ﷺ، قرآن و سنت اور شریعت کے مطابق ہر کسی کو اس کا حق دینا اور اقتصادی طور پر کمی بیشی نہ کرنا اور ظلم زیادتی نہ کرنا

---

[32] Islāhī, Amīn Aḥsan, *Tafsīr Tadabbur-e-Qurʾān* (Lāhaur: Fārān Foundation, Ichhrah, 2009), 5:150

[33] al-Aḥzāb, 33:21

, (Lāhaur: Abū Hurayrah Academy, 2008), 5:808*Qurʾān-Fahm al*ad Jamīl Miyān, Muḥamm [34]

[35] al-Baqarah, 2:282

[36] Mujaddidī Thanāʾullāh ʿUthmānī, *Tafsīr Mazharī* (Urdu), (Lāhaur: al-Karīm Mārkit, Urdu Bāzār, Khazīnah ʿIlm wa Adab, s.n.), 2:85

[37] Maulānā, *Tafsīr al-Qurʾān al-Karīm, 1:232*

معاملات میں عدل ہو گا لہٰذا تجارتی معاملات کی کتابت میں بغیر کسی دباؤ اور اکڑ کے انصاف کے ساتھ کتابت کی جائے۔ لکھنے والا عدل و انصاف کے ساتھ لکھے اور قرابت یا عداوت سے متاثر نہ ہو یہ ضروری ہے کہ لکھنے والا انصاف کے تقاضوں کو جانتا ہو اور خود بھی عدل سے متصف ہو۔ یاد رکھیے کہ معاشیات اور معاشی لوازمات انسان کی زندگی کے تمام پہلوؤں پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ اس لیے اگر معاشی عدل ہو گا تو معاشرتی، قانونی، سیاسی، اخلاقی عدل کا وجود ممکن ہو گا ورنہ اس کے عدم توازان سے دیگر میں بگاڑ لازمی مشروط ہے۔

مبحث سوم: قرآن و سنت کی روشنی میں عائلی، سماجی اور حکومتی معاملات میں عدل کا جامع تصور: مفہوم، تقاضے اور اثرات

1۔ عائلی زندگی میں عدل:

وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَى فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً[38]

اور اگر تم کو اس بات کا خوف ہو کہ یتیم لڑکیوں کے بارے میں انصاف نہ کر سکو گے تو ان کے سوا جو عورتیں تم کو پسند ہوں دو دو، تین تین یا چار چار ان سے نکاح کر لو۔ اور اگر اس بات کا اندیشہ ہو کہ سب عورتوں سے یکساں سلوک نہ کر سکو گے تو ایک عورت ہی کافی ہے۔

حافظ عبد السلام بن محمد اس آیت کی تفسیر یوں کرتے ہیں کہ

"**فَاِنۡ خِفۡتُمۡ اَلَّا تَعۡدِلُوۡا** ...: اس سے بعض لوگوں نے ایک سے زائد شادیوں کے ناجائز ہونے پر استدلال کیا ہے کہ اگر تمھیں خوف ہو کہ عدل نہیں کرو گے تو ایک بیوی پر اکتفا کرو یا لونڈی پر۔ اس کے وہ دوسری آیت بھی ملاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **وَلَنۡ تَسۡتَطِيۡعُوۡۤا اَنۡ تَعۡدِلُوۡا بَيۡنَ النِّسَآءِ وَلَوۡ حَرَصۡتُمۡ**[39] "اور تم ہر گز نہ کر سکو گے کہ عورتوں کے درمیان برابری (عدل) کرو، خواہ تم حرص کرو۔" خلاصہ دونوں کا یہ نکلا کہ جب عدل ہو ہی نہیں سکتا تو مرد ایک سے زیادہ بیویاں نہیں رکھ سکتا۔ یہاں اللہ تعالیٰ کا پورا فرمان یوں ہے "اور تم ہر گز نہ کر سکو گے کہ عورتوں کے درمیان برابری کرو، خواہ تم حرص بھی کرو، پس مت جھک جاؤ (ایک کی طرف) مکمل جھک جانا کی اس (دوسری) کو لٹکائی ہوئی کی طرح چھوڑ دو، اگر تم اصلاح کرو اور ڈرتے رہو، تو بے شک اللہ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، بے حد مہربان ہے۔ معلوم ہوا۔ وہ عدل جو انسان کر ہی نہیں سکتا، یعنی دلی میلان، وہ واجب ہی نہیں۔ زیادہ بیویاں ہمارے نبی اور اصحاب کی سنت ہے۔"[40]

عبد السلام بھٹوی صاحب ان نظریات کی تردید کرتے ہیں کہ جو آیت کے پہلے حصے سے استدلال کرتے ہوئے تعدد ازدواج کی ممانعت کر رہے ہیں۔ آیت کا دوسرا حصہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ایک سے زائد شادیاں جائز ہیں مگر ان کے معاملات میں عدل واجب ہے، دلی میلان کا معاملہ الگ ہے۔ ایسا موقع جہاں زائد بیویوں کی موجودگی میں ضرورت صرف ایک بیوی کی ہو وہاں قرعہ اندازی سے معاملہ کو حل کیا جائے جو کہ نبی کریم ﷺ کی سنت سے واضح ہوتا ہے۔

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ سَفَرًا أَقْرَعَ بَيْنَ نِسَائِهِ، فَأَيَّتُهُنَّ خَرَجَ سَهْمُهَا خَرَجَ بِهَا مَعَهُ

"حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی سفر کا ارادہ فرماتے تو اپنی بیویوں کے درمیان قرعہ اندازی کرتے، جس بیوی کا نام نکل آتا، اسے سفر میں اپنے ہمراہ لے جاتے۔"[41]

---

38 al-Nisā, 4:3

39 al-Nisā, 4:129

40 Maulānā, *Tafsīr al-Qurʾān al-Karīm, 1:336*

41 Bukhārī, Muḥammad ibn Ismāʿīl, *al-Jāmiʿ al-Ṣaḥīḥ*, (al-Riyāḍ: Dār al-Salām, 1999), ḥadīth no. 2593

یعنی اگر تعدد ازدواج کی صورت میں تمہیں اندیشہ ہو کہ تم ان میں انصاف نہیں کر سکو گے تو ایک عورت پر یا پھر لونڈیوں اور باندیوں پر اکتفاء کرنا چاہیے۔ تعدد ازدواج کے بعض منکرین قرآن کی آیت مذکورہ بالا سے استدلال کرنے کی کوشش کی اللہ نے خود نفی کر دی ہے کہ کوئی آدمی عدل و انصاف نہیں کر سکتا۔

2۔ اللہ تعالیٰ کی امانت:

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ إِنَّ اللَّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا[42]

بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم اپنی امانتیں ان کے حق داروں کو ادا کرو اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف سے فیصلہ کرو تو انصاف سے فیصلہ کرو یقیناً اللہ تمہیں یہ بہت ہی اچھی نصیحت کرتا ہے بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا ہے، سب کچھ دیکھنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی ہوئی نعمتیں اللہ کی امانتیں ہیں ان کا استعمال ان کی مناسب اور درست مقام پر کیا جائے تو یہ ادائے امانت ہو گی۔
معارف القرآن میں اس حوالے سے لکھا ہے کہ حکومت کے مناصب اللہ کی امانتیں ہیں۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: إِذَا وُسِّدَ الْأَمْرُ إِلَى غَيْرِ أَهْلِهِ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ[43] جب دیکھو کہ کاموں کی ذمہ داری ایسے لوگوں کے سپرد کی گئی ہے جو ان کے اہل اور قابل نہیں تو قیامت کا انتظار کرو۔ یعنی جب نااہل افراد کو کوئی عہدہ یا ذمہ داری اور منصب سپرد کیا جائے تو فساد یقینی ہے اور اب دنیوی نظام کو فساد سے کوئی بچا نہیں سکتا، اس لیے اب قیامت کا انتظار کرو، اس میں خلافت سے لے کر ایک ادنیٰ ملازمت بھی شامل ہے۔ اس خیانت کا تعلق صرف حکومت اور سرکاری عہدوں سے ہی نہیں، بلکہ نجی کمپنی، انجمن اور عوامی اداروں سے بھی ہے۔

جو شخص کسی کا مزدور یا ملازم ہو اسے چاہیے کہ مالک اور ذمہ دار سامنے ہو یا نہ ہو مکمل دیانت داری کے ساتھ کام کرے، نہ تو وقت میں کمی کرے اور نہ کام میں سستی اور نہ ہی اپنی صلاحیت کو استعمال کرنے سے گریز کرے، ان تینوں میں سے کچھ پایا گیا تو خیانت شمار ہو گی۔ اسی طرح اگر مزدور وملازم سے پانچ چھ گھنٹے کام کرنے کا وقت طے ہو جائے اور پھر کام کرنے والا وقت میں چوری کرے، وقت کے بعد آئے یا متعین وقت سے پہلے چلا جائے تو یہ بھی خیانت ہے، ایک مسلمان ملازم جو کائنات کے مالک کو سمیع و بصیر سمجھتا ہے اور اس پر پورا یقین رکھتا ہے، اسے احساس ہونا چاہیے کہ اگرچہ میرا مجازی مالک اور ذمہ دار مجھے نہیں دیکھ رہا، لیکن رب تو مجھے دیکھ رہا ہے، اس کی گرفت سے جو بچ گیا، وہی کامیاب اور فلاح پانے والا ہے، اسی طرح کام میں سستی اور ٹال مٹول کرنا بھی خیانت ہے، وہ کام جو پانچ گھنٹے میں ہو سکتا تھا، اسے دس گھنٹے میں تکمیل کرنا، تاکہ مزید پیسے ملتے رہیں اور اس کے معاش کا مسئلہ حل ہوتا رہے، یہ بری سوچ اور ناپسندیدہ عمل ہے، امانت داری کا تقاضا ہے کہ مکمل تندہی سے کام کو انجام دیا جائے پورا وقت اور پوری طاقت اس کے لیے صرف کی جائے، ورنہ وہ مالک کے ساتھ خیانت کرنے کا مرتکب ہو گا اور اس کا بھی حساب روز محشر دینا ہو گا۔ اگر عدالت سے فرائض کو سرانجام دیا گیا تو اس کے لیے کامیابی و کامرانی ہے۔

3۔ حکام سے عہد:

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ إِنَّ اللَّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا[44]

---

42 al-Nisā, 4:58
43 Bukhārī, *al-Jāmiʿ al-Ṣaḥīḥ*, 59
44 al-Nisā, 4:58

بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم اپنی امانتیں ان کے حق داروں کو ادا کرو اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف سے فیصلہ کرو یقیناً اللہ تمہیں یہ بہت ہی اچھی نصیحت کرتا ہے بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے۔

مسلمانوں کے حاکم یا امیر کے لیے لازم ہے کہ وہ رعایا کے حقوق کا خیال رکھے اور اپنی ذاتی خواہشات کی پیروی نہ کرے۔ عام طور پر آج کی دنیا میں حق کی پیروی کرنے والے بہت کم حاکم ہیں۔ ان میں سے زیادہ تر نفسانی خواہشات کی بیماری میں مبتلا ہوتے ہیں۔ تاہم اللہ تعالیٰ نے ان سے عہد لیا ہے کہ وہ خدا سے ڈریں کیونکہ یہ خدا تعالیٰ کا حق ہے کہ اس سے خوف کھایا جائے۔ اگر حاکم میں خوفِ خدا پیدا ہوگیا تو پھر حق و انصاف کی حکومت ہوگی اور ظلم و جور کا خاتمہ ہو جائے گا۔ مزید یہ کہ ان **لاتشتروا بایتی ثمناً قلیلاً** کہ میری آیتوں کے بدلے حقیر مال حاصل نہیں کروگے۔ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ حکام رشوت لے کر اللہ کے احکام کو بیچ دیتے ہیں اور فیصلہ حق و انصاف کے خلاف کردیتے ہیں

خلاصہ یہ کہ حکام بالا کو خواہشات کی پیروی کی بجائے اللہ تعالیٰ کا خوف رکھنے کی تلقین کی ہے، اور عدل کے ساتھ فیصلہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک عہد قرار دیا ہے ۔ جب بندے کا اللہ تعالیٰ سے ایک عہد ہو جائے تو اس کی تکمیل بندے کے لیے لازم ہے۔

4۔ فریقین کے درمیان صلح میں عدل:

یہ فطری امر ہے کہ جہاں انسانی آبادی قائم ہے وہاں لوگوں کے نظریات ان کی ذہنیت مختلف ہے، اختلاف رائے کی صورت میں شیطانی حملہ کا در آنا بھی ممکن ہے، شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے بالخصوص اہل ایمان کے درمیان جھگڑا کروانے پر خوش ہوتا ہے۔ تو کمزور مومنوں کے درمیان اختلاف کا امکان ہو سکتا ہے۔ تو اس صورت میں یہ عام مسلمانوں کی ایک بہت بڑی کثریت جو اس لڑائی میں شریک نہیں یا حاکم وقت کا فرض ہے کہ وہ دونوں لڑنے والے گروہ میں مصالحت کی کوشش کریں۔ اور یہ کوشش کرنا ان کے لیے واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے **فَإِنْ فَاءَتْ فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ**[45] یہاں امر کا صیغہ استعمال ہوا ہے جو وجوب پر دلالت کرتا ہے۔ ان لوگوں کے لیے یہ بات انتہائی نامناسب ہے کہ وہ اپنے تیئں بیٹھے لڑنے والوں کا تماشا دیکھتے رہیں جبکہ ہمارے یہاں یہ لوگ اپنے آپ کو زیادہ نیک سمجھتے ہیں اور یا انھیں بہت تعلیم یافتہ اور مہذب ہونے کا گمان ہے وہ عام طور پر اس طرح کے جھگڑوں سے دور رہنے میں عافیت محسوس کرتے ہیں۔ اور وہ اس معاملے میں اپنی کوئی ذمہ داری محسوس نہیں کرتے۔ اور یہ سمجھتے ہیں کہ دونوں لڑنے والے اپنے عمل کے حسن و قبح کے خود ذمہ دار ہیں، ہمارا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ اس معاملے میں عدل و انصاف کا پورا پورا لحاظ رکھا جائے اور کوئی ایسی چیز تک نہ چھوڑی جائے جس سے لڑائی کا دروازہ کھلنے کا اندیشہ باقی رہے عبد السلام بن محمد لکھتے ہیں کہ

> "زیادتی کرنے والے گروہ کے اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آنے پر دونوں گروہوں کے درمیان عدل کے ساتھ صلح کروانے کا حکم دیا، یہ نہیں کہ کسی فریق کی بے جا رعایت کرکے اور دوسرے کو دبا کر صرف لڑائی روکنے کے لیے صلح کروائی جائے، کیونکہ ایسی صلح نہ پائیدار ہوتی ہے، نہ اس سے آئندہ کے لیے لڑائی کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ اس لیے ایک فریق پر دوسرے کا حق ثابت ہوتا ہے وہ اسے دلا کر عدل کے ساتھ صلح کروانی چاہیے۔"[46]

فریقین کے درمیان صلح کے لیے یہ لازم قرار دیا گیا ہے کہ ہر ایک کو اس کا حق دلوایا جائے نہ کہ اپنے اثر ورسوخ اور سرداری کے باعث جھگڑے کو ختم کر دیا جائے اور حق دار کو اس کا حق بھی نہ ملے یہ صلح کے پردے میں ناانصافی کا معاملہ ہوگا جو کہ ظلم ہے۔

---

[45] al-Ḥujurāt, 49:9
[46] Maulānā, *Tafsīr al-Qur'ān al-Karīm,* 398:4

5۔عدل کے ثمرات :

جہاں اللہ رب العلمین نے عدل کرنے کا حکم دیا ہے اسی طرح االلہ تعالٰی نے عدل پہ ترغیب دلاتے ہوئے اس کے فوائد و ثمرات کا ذکر کیا ہے

وَإِذَا حَكَمْتُم بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ إِنَّ اللَّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا[47]

اور جب لوگوں میں فیصلہ کرنے لگو تو انصاف سے فیصلہ کیا کرو خدا تمہیں بہت خوب نصیحت کرتا ہے بے شک خدا سنتا اور دیکھتا ہے۔

مفید عمل :

دین اسلام عامۃ الناس کی فلاح و اصلاح کا داعی ہے۔ اسلامی اصول و قوانین میں دنیا کے لیے فائدے ہی فائدے ہیں۔ ان میں سے ایک عمل نفاذ عدل ہے۔ عدل کے نظام کے نفاذ کے ظاہری فوائد کے ساتھ روحانی فوائد بھی حاصل ہوتے ہیں جو اس عمل کے واقع ہونے کے بعد تسکین قلب کی صورت میں محسوس ہوتے ہیں۔ اللہ تعالٰی جو تم کو ادائے امانت اور عدل کے موافق حکم دینے کا حکم فرماتا ہے تمہارے لئے سراسر مفید ہے اور اللہ تعالٰی تمہاری کھلی اور چھپی اور موجودہ اور آئندہ باتوں کو خوب جانتا ہے تو اب اگر تم کو کہیں ادائے امانت یا عدل مفید معلوم نہ ہو تو حکم الٰہی کے مقابلہ میں اس کا اعتبار نہ ہو گا۔

ادائے امانت امن کا باعث:

ملک میں عدل و انصاف کا قیام اس وقت ممکن ہو سکتا ہے جب صاحب اقتدار اداء امانت کا فریضہ صحیح طور پر ادا کریں، یعنی حکومت کے عہدوں پر صرف انہی لوگوں کو مقرر کریں جو صلاحیت کار اور امانت و دیانت کی رو سے اس عہدہ کے لیے سب سے زیادہ بہتر نظر آئیں، دوستی اور تعلقات یا محض سفارش یا رشوت کو اس میں راہ نہ دیں، ورنہ نتیجہ یہ ہو گا کہ نااہل ناقابل یا خائن اور ظالم لوگ عہدوں پر قابض ہو جائیں گے پھر اگر ارباب اقتدار دل سے بھی یہ چاہیں کہ ملک میں عدل و انصاف کا رواج ہو تو ان کے لئے ناممکن ہو جائے گا، کیونکہ یہ عہدہ داران حکومت ہی حکومت کے ہاتھ اور پیر ہیں، جب یہ خائن یا ناقابل ہوئے تو عدل و انصاف قائم کرنے کی کیا راہ ہے ؟

مفتی محمد شفیع نے معارف القرآن میں اس عدل وانصاف کو دنیا کے لیے امن کا باعث قرار دیا ہے یہ امن اسی صورت میں ممکن ہو گا جب اوپر سے نیچے تک تمام امور میں تمام کارکنان و ذمہ داران اپنے اپنے فرائض میں اپنی صلاحیتوں کو مکمل طور پر بجالائیں لکھتے ہیں:

> "حق جل شانہ نے حکومت کے عہدوں کو بھی امانت قرار دے کر اوّل تو یہ واضح فرمادیا کہ جس طرح امانت صرف اسی کو ادا کرنا چاہیے جو اس کا مالک ہو کسی فقیر، مسکین پر رحم کھا کر کسی کی امانت اس کو دینا جائز نہیں یا کسی رشتہ دار یا دوست کا حق ادا کرنے کے لیے کسی شخص کی امانت اس کو دے دینا درست نہیں، اسی طرح حکومت کے عہدے جن کے ساتھ عام خلق اللہ تعالٰی کا کام متعلق ہوتا ہے یہ بھی امانتیں ہیں اور ان امانتوں کے مستحق صرف وہ لوگ ہیں جو اپنی صلاحیت کار اور قابلیت واستعداد کے اعتبار سے بھی اس عہدے کے لیے مناسب اور موجودہ لوگوں میں سب سے بہتر ہوں اور دیانت اور امانت کے اعتبار سے بھی سب میں بہتر ہوں، ان کے سوا کسی دوسرے کو یہ عہدہ سپرد کر دیا تو امانت ادا نہ ہوئی۔"[48]

اخروی مقام و مرتبہ:

عدل کے ساتھ معاملات کو نمٹانا اچھا عمل ہے کہ دنیا و آخرت میں رب العلمین کی رضا کا ماحصل ہے جس چیز پر اجر و ثواب کا ذکر ہو۔ وہ اللہ تعالٰی کا حکم کا درجہ رکھتا ہے۔ عدل کے فضائل کا ذکر بھی تفاسیر میں کیا گیا ہے۔

---

[47] al-Nisā, 4:58

[48] Muftī Muḥammad Shafī', *Maʿārif al-Qurʾān*, (Karāchī: Idārat al-Maʿārif, 1996), 2:449

مولانا غلام رسول سعیدی عدل کے ساتھ فیصلہ کرنے کی فضیلت بیان کرتے ہیں:

جب تم ان لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو جن میں تمھارا حکم نافذ ہو گا تو تم عدل کے ساتھ فیصلہ کرنا کیونکہ یہ بہت عظیم نیکی ہے۔[49]

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا:

سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللَّهُ يَوْمَ القِيَامَةِ فِي ظِلِّهِ، يَوْمَ لاَ ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ: إِمَامٌ عَادِلٌ

جس دن اللہ کے سائے کے سوا کسی کا سایہ نہیں ہو گا اس دن سات مرد اللہ کے سائے میں ہوں گے، ان میں پہلا شخص امام عادل ہے۔[50]

6۔ تقویٰ کا حصول:

عدل کرنے سے دلوں کا تقویٰ حاصل ہوتا ہے اور تقویٰ کا تعلق دل سے ہوتا ہے۔ پرہیز گاری کے جو تمھارا اصل مدعا ہے عدل اس کے بہت ہی قریب ہے اور اگر کوئی شخص یہ پسند کرتا ہے کہ وہ متقین کی صفات میں شامل ہو جائے اسے چاہیے کہ وہ عدل کرے اور بے انصافی کرنے سے خدا سے ڈرے۔ امین احسن اصلاحی " اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى " یہ عدل تقویٰ سے اقرب ہے۔ کی تفسیر کرتے ہوئے وضاحت کرتے ہیں:

"یعنی تقویٰ جو تمام دین و شریعت کی روح اور اہل ایمان کے ہر قول و فعل کے لیے کسوٹی ہے اس سے موافقت رکھنے والا طرز عمل یہی ہے کہ دشمنی کے باوجود اس کے ساتھ کوئی معاملہ عدل و حق سے ہٹ کر نہ کیا جائے۔ اس سے دین میں تقویٰ کا مقام واضح ہوا کہ تمام نیکیاں درحقیقت اس کی جڑ سے ہیں۔"[51]

اس عبارت سے واضح ہوا کہ شریعت اسلامیہ میں تعصب و دشمنی کو ختم کر کے حق بات کو تسلیم کرنا عدل ہے۔ عدل سے تقویٰ کا حصول ہوتا ہے جو کہ اسلامی احکام کی روح اور اصل ہے تمام نیکیوں کی جڑ تقویٰ ہے۔ عدل کے ساتھ احکامات کا نفاذ ہوتا ہے۔ دنیاوی اور اخروی نجات تقویٰ سے ممکن ہے یہ تب ہی ہو گا جب معاشرے میں عدل و انصاف ہو گا۔ یقیناً یہ بات ہر کوئی جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام کاموں سے باخبر ہے۔ اگر اس کے احکام کی پابندی کی جائے گی تو انعام و جزا کے مستحق ٹھرو گے اللہ تعالیٰ نے اس کا وعدہ کیا ہے۔

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ[52]

ترجمہ: "جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے ان سے خدا نے وعدہ فرمایا ہے کہ ان کے لئے بخشش اور اجر عظیم ہے

عدل و انصاف پرہیز گاری کے قریب تر ہے اسی سے اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان اور حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی رسالت پر ایمان اور عمل صالح کا جذبہ حاصل ہوتا ہے۔ یہی مقصود حیات ہے۔ جو لوگ ایمانیات کے ساتھ ساتھ معاملات زندگی میں اعتدال اختیار کرتے ہیں ان کے لیے ہی ثمرات اخروی و دنیوی ہوتے ہیں۔

7۔ مسلمان پیکرِ عدل:

مسلمان کی شان یہ ہے کہ وہ عدل و انصاف کا پیکر ہوتا ہے ۔اس کی زندگی میں کسی قسم کا طمع لالچ نہیں ہوتا وہ ہر معاملے میں کسی بھی قسم کے لالچ کا لحاظ نہیں رکھتا۔ یعنی مسلمان کی ہر بات عادلانہ ومنصفانہ ہو ، بڑی سے بڑی قوت انہیں حق کے اظہار سے

---

[49] Saʿīdī Ghulām Rasūl, *Tibyān al-Qurʾān*, (Lāhaur: Ḍiyāʾ al-Qurʾān Publishers, 1995), 1:917

[50] Bukhārī, *al-Jāmiʿ al-Ṣaḥīḥ*, 660

[51] Iṣlāḥī, Amīn Aḥsan, *Tafsīr Tadabbur-e-Qurʾān*, (Lāhaur: Fārān Foundation, 2009), 2:471

[52] al-Māʾidah, 5:9

مانع نہ ہو۔ کوئی لالچ، کوئی ترغیب اور کوئی ڈر مسلمان کو جور و تعدی پر آمادہ نہیں کر سکتا، اس سے کسی مداہنت و منافقت کی توقع اس کی فطرت کے خلاف ایک مطالبہ ہے جس کی کبھی تکمیل نہیں ہو سکتی۔

نظریاتی قوت کی تکمیل:

نبی کریم ﷺ نظریاتی و احکام شرعی میں مباحث میں دلائل کو ختم کرنے والا بنا کر بھیجے گئے۔ اس آیت کے تحت نظریاتی تکمیل کی دلیل ملتی ہے نبی کریم ﷺ کی بعثت کا مقصد یہ ہے کہ باہم مباحث کرنے والوں کا فیصلہ کر دوں اور شرعی احکام پہنچا دوں۔ ارشاد ربانی ہے

وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمُ[53] "مجھے تمھارے درمیان عدل کرنے کا حکم دیا گیا ہے"

شریعت محمدی ﷺ کی یہ عالمگیریت ہے کہ شعبہ ہائے زندگی میں اسوۂ کامل موجود ہے۔ واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے سے نظریات کی تکمیل ہوتی ہے اور اس ایمان کا نفاذ عدل کے قیام سے ہے گویا نظریاتی تکمیل نظام عدل سے ہوئی۔ کسی بھی ریاست کے نظریہ کی تکمیل اس کے عملی نفاذ سے ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں اسی بات کا حکم دیا ہے۔

مبحث چہارم: عدل کے شرعی تقاضے اور اس کے راہ میں موانع: قرآن وسنت کی روشنی میں تحقیقی جائزہ

1۔ عدل میں مانع اشیاء:

شیطان انسان کا ازل سے ہی دشمن ہے۔ اس نے قسم اٹھا رکھی ہے کہ زمین میں بسنے والے اولاد آدم کو گمراہ کرنے کی۔ گھات لگا کر آگے، پیچھے دائیں، بائیں سے حملہ اور ہوتا ہے۔ اس کی چاہت ہے کہ دنیا میں فتنہ و فساد پھیلے اس غرض سے لوگوں کے ذہنوں میں مختلف قسم کے فتور اور وسوسے پیدا کرتا ہے جو امن و سکون کی تباہی کا باعث ہوتا ہے۔ ان کو بالفاظ دیگر عدل میں مانع کہا جائے جن کا ذکر کیا جاتا ہے۔

نااہل ذمہ دار:

جب عدل و انصاف کو کام کو کرنے والے منصف نااہل ہوں انہیں قانونی و حکومتی معاملات کا علم نہ ہو تو تب عدل و انصاف کا خاتمہ ہوگا اللہ تعالیٰ کے اس فرمان:

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ إِنَّ اللَّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا[54]

بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم اپنی امانتیں ان کے حق داروں کو ادا کرو اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف سے فیصلہ کرو یقیناً اللہ تمہیں یہ بہت ہی اچھی نصیحت کرتا ہے بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے۔

اس آیت میں مسلمانوں کو ہدایت کی جارہی ہے کہ تم عہدے اور امانتیں ان لوگوں کے سپرد کرنا جو ان کے اہل ہوں۔ یہ ایک امانت ہے امانت اس کے سپرد کی جائے جس میں امانت اٹھانے کی صلاحیت ہو۔ شخصی اور قومی اغراض کے لئے انصاف کو ختم نہ کریں۔

مولانا مودودیؒ نے منصب و مرتبہ کو امانت قرار دیا اور اس میں ناانصافی کو معاشرتی کمزوری اور غلطی قرار دیتے ہوئے بنی اسرائیل جیسی عادات سے بچنے کی تلقین کرتے ہیں، فرمایا:

"یعنی تم ان برائیوں سے بچے رہنا جن میں بنی اسرائیل مبتلا ہو گئے ہیں۔ بنی اسرائیل کی بنیادی غلطیوں میں سے ایک یہ تھی کہ انہوں نے اپنے انحطاط کے زمانہ میں امانتیں، یعنی ذمہ داری کے منصب اور مذہبی پیشوائی اور قومی سرداری کے مرتبے

[53] al-Shūrā, 42:15
[54] al-Nisā, 4:58

(Positions of trust) ایسے لوگوں کو دینے شروع کر دیے جو نااہل، کم ظرف، بداخلاق، بددیانت اور بدکار تھے۔
نتیجہ یہ ہوا کہ برے لوگوں کی قیادت میں ساری قوم خراب ہوتی چلی گئی۔"[55]

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت کرتا ہے کہ تم کہیں ایسے بے انصاف نہ بن جانا خواہ کسی سے دوستی ہو یا دشمنی، بہر حال بات جب کہو انصاف کی کہو اور فیصلہ جب کرو عدل کے ساتھ کرو۔ بنی اسرائیل اور دیگر سابقہ اقوام پر اللہ تعالیٰ کا جو عذاب آیا اس کی بنیادی وجہ بداخلاقی ہے۔ اور ان میں اول حقوق العباد کا لحاظ نہ رکھنا۔ اخلاقی معاشی اور معاشرتی اقداروں اور رویوں میں ناانصافی کا مظاہرہ کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو مبعوث فرما کر حقوق کی امانت کو ان کے اہل کے سپرد کرنے کی رہنمائی کی۔

2۔ احساس حق کی بجائے طلب حق:

عام تصور ہے کہ حاصل نہ کیا جائے بلکہ چھینا جائے۔ چھیننے کا لفظ منفی تاثر دیتا ہے۔ جن میں معاشرے میں ہر فرد یہ سمجھے میرا حق ملنا چاہیے۔ اور دوسروں کے حقوق کی ادائیگی کا تصور ختم ہو جائے تو لوگ طلب حق کے لئے جھگڑیں گے۔ اس کے برعکس دوسروں کا احساس نہ ہو تو معاشرے میں فساد ہو گا۔ دور حاضر میں معاشرتی ماحول کی عکاسی کی جائے تو احساس حق کے نام سے عدل کو قابو کیا جا سکتا ہے اور طلب حق معاشرے میں عدل کا مانع ہے جب طلب حق ہو تو عدل کی بجائے فتنہ کا باعث بنتا ہے۔ اسلامی تعلیمات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اسلام میں احساس حق ہے، طلب حق نہیں ہے۔ یعنی جس کے ذمہ کسی کا حق ہو، وہ اس کے ادا کرنے کی فکر کرے۔ قرآن وسنت میں صرف اسی بات کی ترغیب ہے کہ دوسرے کا حق پورا پورا دو، لیکن طلب حق کا ذکر نہیں ملتا۔ لہٰذا انسان پر لازم ہے کہ اپنے ذمے حقوق ادا کرتا رہے اور اپنا طلب حق نہ کرے۔ احساس حق کی مثال سیرت نبوی ﷺ سے ملتی ہے کہ جب عاملوں کو صدقہ اور زکوۃ وصول کرنے کے لئے بھیجتے تھے تو ان کو تاکید فرماتے تھے کہ تم اموال میں زیادتی سے بچو اور حد سے تجاوز نہ کرو چنانچہ ارشاد ہے کہ المعتدی فی الصدقة کما نعها صدقہ وصول کرنے میں زیادتی کرنے والا ایسا ہی جیسا کہ صدقہ نہ دینے والا۔ یعنی زکوۃ کہ وصولی میں سے حد سے بڑھنے والا ایسا گنہگار جیسا کہ زکوۃ نہ دینے والا گنہگار ہے۔ اگر آپ اونٹوں کے گلے میں جاتے ہیں اور چھانٹی کر کے عمدہ عمدہ اونٹ زکوۃ میں لیتے ہیں تو یہ بہت بڑے نقصان اور خسران کی بات ہے۔ فساد اور جھگڑے ہونے کا امکان وہاں ہوتا ہے جہاں صرف طلب حق ہی ہو اور احساس ادائے حق نہ ہو۔ آج کل عدالتوں میں زیادہ تر اسی نوعیت کے دیوانی کیس اور مقدمے سالہا سال چلتے رہتے ہیں۔ مظلوم اور شریف لوگوں کے حقوق مارے جاتے ہیں شریف آدمی عدالت میں جانے کے واسطے تیار نہیں ہوتا اور اگر چلا بھی جاتا ہے تو اس سے جھوٹی قسمیں اور جھوٹی شہادتیں بن نہیں پڑتیں، جبکہ جھوٹے اور بدکردار لوگوں کی عمریں عدالتوں میں کٹ جاتی ہیں، وہ ہمیشہ ناحق مقدمات دائر کر کے عدالتی جنگ لڑتے ہیں اور جیت بھی جاتے ہیں۔

3۔ شیطان کا حربہ:

شیطان انسان کا دشمن ہے وہ انسان کو راہ ہدایت سے ہٹانا چاہتا ہے " اِنَّ الشَّیطَانَ لِلاِنسَانِ عَدُوٌّمُّبِین"[56] اور وہ چاہتا ہے کہ لوگوں میں اتفاق واتحاد نہ رہے۔ اسی بنا پر وہ لوگوں میں دشمنی پھیلاتا ہے اور دوستی و دشمنی کی بنا پر عدل سے رکاوٹ ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان وَلَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓی اَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا میں مسلمانوں سے عہد لیا گیا کہ شیطان کے اس فتنے سے بچتے ہوئے ہمیشہ عدل کو تھامے رکھیں۔ مولانا امین احسن اصلاحی نے اس آیت کی تفسیر کے تحت لکھا ہے:

"شیطان سے راہ حق سے گمراہ کرنے میں سب سے زیادہ جس حربے سے کام لیا وہ یہی ایک دوسرے کے ساتھ دشمنی ہے۔
یہود نے محض بنی اسمٰعیل اور مسلمانوں کی دشمنی میں اس تمام عہد وپیماں کو خاک میں ملا دیا جس کے وہ گواہ اور ذمہ دار

[55] Maudūdī, Sayyid Abū al-Aʿlā, *Tafhīm al-Qurʾān*, (Lāhaur: Idārah Tarjumān al-Qurʾān, 2002), 1:326
[56] Al- Yūsuf, 12:5

بنائے گئے تھے اس وجہ سے مسلمانوں سے یہ عہد لیا گیا کہ وہ شیطان کے اس فتنے سے بچ کر رہیں، دوستوں اور دشمنوں دونوں کے لئے ان کے پاس ایک ہی باٹ اور ایک ہی ترازو ہو۔"[57]

دوستی و دشمنی:

اللہ تعالیٰ کی نصیحت ہے کہ کسی کی دوستی و دشمنی تمھیں انصاف سے نہ روکے، بسا اوقات تم کو انصاف سے روکنے والے ناصح مشفق بن کر ڈرائیں گے کہ فلاں صاحب بڑے رئیس ہیں گو وہ ناحق پر ہیں لیکن اگر آپ ان کے خلاف فیصلہ کریں گے تو وہ صاحب رنجیدہ ہو جائیں گے جس سے آپ کا نقصان ہو گا میں آپ کو دوست سمجھتا ہوں اور نصیحت کرتا ہوں کی آپ ان کے خلاف فیصلہ کسی طرح نہ کریں سو ایسے ناداں دوست کی نصیحت پر کان نہ لگاؤ جو نصیحت خدا تم کو کرتا ہے وہی خوب ہے۔ اگر تم انصاف پر کمربستہ رہو گے تو کوئی بھی تمھیں چاہیے کتنا بڑا رئیس بھی کیوں نہ ہو تکلیف نہ پہنچا سکے گا، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ سب کی باتیں سنتا ہے اور سب کے کام دیکھتا ہے ممکن نہیں کہ جو لوگ اس کی رضاجوئی کو مقدم کریں پھر ان کو خدا ذلیل کرے بلکہ ہمیشہ یہ معزز رہے گے، انہیں کا خاتمہ بخیر وعافیت ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَى أَلَّا تَعْدِلُوا اور لوگوں کی دشمنی تم کو اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ انصاف چھوڑ دو۔ دوستی و دشمنی عدل و انصاف میں ممانعت کا سبب بنتی ہے جبکہ اسلام اس بات کا لحظ نہیں رکھتا۔ مولانا محمد اکرم اعوان لکھتے ہیں:

"یہاں فرمایا کسی سے ناراضی یا دشمنی کی بناء پر ایسی شہادت نہ دو جس سے اس کا حق مجروح ہوتا ہو یعنی ساتھ انصاف نہ ہو سکے۔ دو ہی باتیں تو انصاف کے راستے کا پتھر ہیں یا کسی کی دوستی مجبور کرتی ہے یا آدمی کسی سے ناراض ہو کر اس کے خلاف بات کرتا ہے۔ مگر مومن کی شان یہ ہے کہ اپنے جذبات پر اپنے ایمان کو غالب رکھے۔ اور جو بات بھی کرے اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے لیے کرے انسان کی دوستی اور دشمنی سے بالاتر ہو کر۔"[58]

4۔ کفار کا مسلمانوں سے دشمنی:

انسان چونکہ مادی اور بشری فطرت کا مالک بھی ہے اور مدنی الطبع ہونے کے ساتھ ساتھ مادی لبادہ اوڑھے ہوئے ہے اور ہر قسم کا لالچ بھی اس کی فطرت میں پایا جاتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان تمام بشری کمزوریوں کو مد نظر رکھ کر اسے زندگی کے ہر پہلو میں واضح ہدایات فرمائی ہے کہ قرابت داری اور عداوت عدل کے اصولوں کو متاثر نہ کرنے پائیں حقیقت بھی یہی ہے کہ جب تک انسان اپنی زندگی کے جزوی معاملات میں عدل کا رویہ اختیار نہیں کرتا اس وقت تک اس کو اجتماعی سطح قومی اور بین الاقوامی سطح پر اس کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا۔ اس لئے ہر مزاج و میدان میں اعتدال کو وطیرہ بنایا جائے۔ اس راہ میں حائل رکاوٹوں کی پرواہ نہ کی جائے۔ شاہ عبد القادر لکھتے ہیں:

"اکثر کافروں نے مسلمانوں سے بڑی دشمنی کی تھی، جب وہ مسلمان ہوئے تو فرمایا کہ ان سے دشمنی نہ نکالو اور ہر جگہ یہی حکم ہے، حق بات میں دوست اور دشمن برابر ہیں۔"[59]

5۔ تعصب:

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَى أَلَّا تَعْدِلُوا

اور لوگوں کی دشمنی تم کو اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ انصاف چھوڑ دو۔

اس آیت میں بے جا طرف داری یا مخالفت سے روکا گیا ہے دوست ہو یا دشمن کافر ہو یا بدعتی حق بات کو سننا اور تسلیم کرنا چاہیے یہی عین عدل ہے۔ اس آیت میں عدل اور گواہی کے معاملے میں تعصبانہ رویہ سے روکا گیا ہے کہ دوست دشمن کا لحاظ نہ رکھا

57 Islāhī, *Tafsīr Tadabbur-e-Qurʾān, 2:471*

58 Aʿwān, Mīr Muḥammad Akram, *Asrār al-Tanzīl*, (Chakwāl: Idārah Naqshbandiyyah Owaisiyyah Dār al-ʿIrfān, 2009), 2:163

59 Maulānā, *Tafsīr al-Qurʾān al-Karīm,* 1:453

جائے ۔" تمھیں ہر گز آمادہ نہ کرے " لوگوں کی دشمنی " یعنی کسی قوم کے ساتھ کینہ و بغض" اس بات پر کہ تم عدل نہ کرو " ، جیسا کہ وہ لوگ کرتے ہیں بلکہ ہونا یہ چاہیے کہ جیسے تم اپنے دوست کے حق میں گواہی دیتے ہو اس کے خلاف بھی گواہی دو اور جیسے تم اپنے دشمن کے خلاف گواہی دیتے ہو اس کے حق میں بھی گواہی دو۔ خواہ تمھارا دشمن کافر یا بدعتی کیوں نہ ہو۔ اس کے بارے میں عدل کرنا اور اگر وہ حق بات کہتا ہے تو اسے قبول کرنا فرض ہے اور محض اسی وجہ سے اس کا قول قبول نہ کیا جائے کہ وہ دوست کا قول ہے اور نہ دشمن کے قول کو محض اس وجہ سے رد کیا جائے کہ وہ دشمن کا قول ہے کیونکہ یہ حق پر ظلم ہے۔"[60]

اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى وَ اتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ[61]

انصاف کیا کرو کہ یہی پرہیز گاری کی بات ہے اور خدا سے ڈرتے رہو۔ کچھ شک نہیں کہ خدا تمہارے سب اعمال سے خبر دار ہے۔

دوستی اور دشمنی کو بلائے طاق رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے عدل وانصاف کا حکم ہے اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ سے عدل کی اہمیت مزید بڑھتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دوست ہو یا دشمن کافر ہو یا بدعتی ہر حق بات کو سننا اور تسلیم کرنے کو عین عدل قرار دیا ہے اور عدل کرنا تقویٰ کے قریب ہے اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى یعنی عدل کرنا تقویٰ اور پرہیز گاری کے زیادہ قریب ہے اللہ تعالیٰ نے پہلے ان کو بغض اور دشمنی سے منع فرمایا پھر ان کو عدل کے ترک کرنے سے منع فرمایا، پھر نئے سرے سے فرمایا کہ کفار کے ساتھ عدل کرنا بھی تقویٰ کے قریب ہے۔ اور جب کفار کے ساتھ عدل کرنا بھی تقویٰ کے قریب ہو تو مومنین اور اللہ عزوجل کے اولیاء کے ساتھ عدل کرنے کا کیا مقام ہو گا۔

خلاصہ تحقیق:

عدل کا لفظی معنی برابری ہے حقوق اللہ، حقوق النفس اور حقوق العباد میں افراط و تفریط سے پاک مکمل حق کی ادائیگی کا نام عدل ہے۔ واضح رہے کہ نصف نصف ہونا عدل نہیں بلکہ صحیح استحقاق کا نام عدل ہے۔ اور معیار عدل کا ذمہ دار اللہ تعالیٰ ہے۔ اردو مفسرین نے اتباع شریعت سے لے کر جملہ معاملات زندگی میں عدل کا استنباط کیا ہے۔ احکامات کی بجاآوری عدل کو تسلیم کرنا ہے۔ معاملات میں اموال وذمہ داریوں کی کماحقہ ادائیگی عدل ہے۔ عدل کے قیام کے لیے قوانین کی پاسداری ضروری ہے قانون ظاہری شواہد اور اہلیت کا اعتبار کرتے ہوئے حقائق تک رسائی حاصل کرتا ہے اور اس کے مطابق عدل کا نفاذ کیا جاتا ہے۔ اشیاء واشخاص جو بطور دلیل کام آتے ہیں ان میں بھی عدل کا پایا جانا ضروری ہے۔ اس عمل کے لیے اہلیت کا ہونا بھی ضروری ہے۔ اہلیت کا معیار قرآن وسنت کے مطابق اصول وضوابط پر عمل پیرا ہو کر ممکن بنایا جاسکتا ہے۔ ان اصولوں میں بنیادی عنصر حقوق اللہ اور حقوق العباد ہے جو کہ نصوص شریعہ سے معلوم ہوتے ہیں

نتائج تحقیق:

زیر نظر مقالہ کے تحقیقی مباحث سے درج ذیل نتائج سامنے آتے ہیں

* عدل لغتاً حق اور اصطلاحاً حقوق کی کماحقہ ادائیگی کا نام ہے۔
* قرآن مجید اعتقادی و عملی معاملات میں عدل کو اپنانے پر حکماً اور تاکیداً دلالت کرتے ہیں۔
* معاشرے کی فلاح و بہبود کے لیے ہر جزء میں اعتدال کا پایا جانا عدل ہے۔
* عدل کو شریعت نے جامع مفہوم دیا ہے جو تمام علوم وفنون اور عبادات ومعاملات کو شامل کئے ہوئے ہے۔ مفسرین نے ان مفاہیم کو بڑی دقت نظری سے بحث کی ہے، اس کے مختلف اطلاقات کو بڑی باریک بینی اور گہرائی سے اجاگر کیا ہے۔

60 Al-Saʿdī, ʿAbd al-Raḥmān Nāṣir, *Tafsīr al-Karīm al-Raḥmān fī Tafsīr Kalām al-Manān* (known as *Tafsīr al-Saʿdī*, Urdu), (Lāhaur: Dār al-Salām, s.n.), 2:662

61 al-Māʾidah, 5:8

* نصوص سے واضح ہوتا ہے کہ عدل کے ثمرات دنیا و آخرت میں لازم ہیں۔
* نااہلیت، باطل تصورات، دوستی و دشمنی اور جانب دارانہ رویہ عدل کی راہ میں رکاوٹ کا باعث ہیں۔
* مسلمانوں کا نظام زندگی عدل پر قائم ہے جو امن و امان اور ترقی کا ضامن ہے۔

سفارشات:

* قرآن مجید کی بعض دیگر اہم اصطلاحات (جیسے: **الحکمة ، العفو ، الاصلاح ، الفطرة**) کا تفسیری ادب کی روشنی میں تحقیقی مطالعہ پیش کیا جائے۔
* عدل سے متعلق احادیث و آثار کا تحقیقی مطالعہ پیش کیا جائے اور اس سے حاصل شدہ نکات اور مستنبط اصولوں کو عصر حاضر کے تناظر میں اجاگر کیا جائے۔
* عدل کے حوالے سے بعض اہم علمی تفاسیر (جیسے: امام رازیؒ، امام قرطبیؒ، امام طبریؒ، امام ابن عاشورؒ اور حافظ ابن کثیرؒ کی تفاسیر) کا اختصاصی مطالعہ پیش کیا جائے۔
* عدل سے متعلق قرآنی تعلیمات کا عملی سطح پر نفاذ کیا جائے اور اس کا بڑے پیمانے پر ابلاغ کیا جائے۔ حکمران، عوام اور تمام طبقہ ہائے فکر کو ان تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی ترغیب دلائی جائے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Bibliography / کتابیات

* Al-Aṣfahānī, Ibn al-Qāsim al-Ḥusayn ibn Muḥammad al-maʿrūf bi'l-Rāghib, Muʿjam Mufradāt Alfāẓ al-Qurʾān (Karachi: Amīr Muḥammad Kutub Khāna, s.n.)
* Al-Aṣfahānī, Ibn al-Qāsim al-Ḥusayn ibn Muḥammad al-maʿrūf bi'l-Rāghib, Mufradāt fī Gharīb al-Qurʾān (Dimashq: Dār al-Qalam, 1996)
* Muḥammad ʿAbd al-Laṭīf, Dr., *Farhang-e-Fārsī* (Lāhaur: Kitābistān Publishing Company, Urdu Bāzār)
* Fīrūz al-Dīn, Mawlānā al-Ḥāj, *Fīrūz al-Lughāt* (Lāhaur: Fīrūz Sons)
* Al-Jurjānī, ʿAlī ibn Muḥammad, al-Sayyid al-Sharīf ʿAllāmah, *Muʿjam al-Taʿrīfāt* (Dār al-Faḍīlah, s.n.)
* Shaykh Ṭūsī, *al-Mabsūṭ* (Tehrān: al-Maktabah al-Murtaḍawiyyah, 1387 AH
* Alī Ḥaydar, *Dār al-Aḥkām: Sharḥ Majallat al-Aḥkām*, under the article: ʿAdl (Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 1991)
* Al-Sayyid al-Sharīf ʿAlī ibn Muḥammad, *al-Taʿrīfāt*, Kitāb al-ʿAyn, Faṣl al-Dāl (Beirut: ʿĀlam al-Kitāb, 1994)
* Najafī, Muḥsin ʿAlī, *al-Kawthar fī Tafsīr al-Qurʾān* (Lāhaur: Miṣbāḥ al-Qurʾān Trust, 2016)
* al-Azharī, Pīr Muḥammad Karam Shāh, *Tafsīr Ḍiyāʾ al-Qurʾān* (Lāhaur: Ḍiyāʾ al-Qurʾān Publishers, 1995)
* Iṣlāḥī, Amīn Aḥsan, *Tafsīr Tadabbur-e-Qurʾān* (Lāhaur: Fārān Foundation, 2009)
* Amritsarī, Thanāʾullāh, *Tafsīr Thanāʾī* (Lāhaur: Maktabah Qudūsiyyah, Urdu Bāzār, 2002)
* Khalīl, Muḥammad Ṣādiq Maulānā, *Tafsīr Aṣdaq al-Bayān* (Faisalābād: Ṣādiq Khalīl Islamic Library, n.d.)
* Muḥammad, Maulānā, *Tafsīr al-Qurʾān al-Karīm* (Lāhaur: Nāshir Dār al-Andalus, n.d.)
* Maudūdī, Sayyid Abū al-Aʿlā, *Islāmī Riyāsat* (Lāhaur: Islāmī Publishers, 1995)
* Islāhī, Amīn Aḥsan, *Tafsīr Tadabbur-e-Qurʾān* (Lāhaur: Fārān Foundation, Ichhrah, 2009)
* Muḥammad Jamīl Miyān, *Fahm al-Qurʾān*, (Lāhaur: Abū Hurayrah Academy, 2008)
* Mujaddidī Thanāʾullāh ʿUthmānī, *Tafsīr Mazharī* (Urdu), (Lāhaur: al-Karīm Mārkit, Urdu Bāzār, Khazīnah ʿIlm wa Adab, s.n.)
* Bukhārī, Muḥammad ibn Ismāʿīl, *al-Jāmiʿ al-Ṣaḥīḥ*, (al-Riyāḍ: Dār al-Salām, 1999)
* Muftī Muḥammad Shafīʿ, *Maʿārif al-Qurʾān*, (Karāchī: Idārat al-Maʿārif, 1996)